بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوراء عمر ابن خطاب

(تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے)

تجزیہ و تحلیل

سید ہادی حسن عابدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام علیکم

رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب نے جو روش اختیار کی جس کے نتیجہ میں اسلام و مسلمین کو ناقبل بیان نقصان پہنچا ان واقعات میں سے ایک واقعہ شوراء عمرابن خطاب ہے۔اس واقعہ کا تفصیلی بیان اور تجزیہ وتحلیل پیش خدمت ہے۔

اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان تاریخی حقائق کو ہم اپنی قوم کے نوجوانوں تک پہنچائیں جس کے لئے ضروری ہے کہ ان مطالب کا مغربی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو۔ ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں کی زبان اب اردو کے بجائے ہندی ہوگئی ہے لہذاء اس مضمون کا ٹرانس لیٹریشن ہندی میں بھی چاہیے۔

میں ان اسکالرس سے جو ترجمہ کرسکتے ہیں انھیں دعوت دیتا ہوں کے اس ثواب جاریہ میں شرکت کریں تا کہ ہماری ویب سائٹ پر اسے آیندہ نسلوں کے مطالعہ کے لئے محفوظ کیا جاسکے۔

احقر

سید ہادی حسن عابدی

www.RABBIZIDNIELMA.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب خلیفہ دوم عمر ابن خطاب, ابولوءلوء کے خنجر کے حملے سے شدید زخمی ہو کر اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے تو مدینہ مکرمہ کے مسلمانوں نے خلیفہ سے سوال کیا کہ کیا وہ کسی کو اپنے جانشین کے عنوان سے انتخاب کرنے والے ہیں؟

خلیفہ نے جواب دیا: کس کا انتخاب کروں؟ اگر ابوعبیدہ جراح (مدینہ میں قبر کھودنے والا) زندہ ہوتا تو اسے اپنی جگہ خلیفہ قرار دیتا۔ اگر اللہ تعالی مجھ سے اس تعلق سے سوال فرماتا تو میں جواب دیتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا: ابوعبیدہ اس امت کا امین ہے۔ اگر سالم (حذیفہ یمانی کا غلام) زندہ ہوتا تو اس کا انتخاب کرتا۔ اگر اللہ تعالی سوال فرماتا کیوں اسے دوسروں پر ترجیح دی؟ تو میں جواب دیتا کہ آپ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ سالم اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

ایک شخص نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کام کے لئے منتخب کرو۔ خلیفہ نے جواب دیا: اللہ تجھے موت دے, قسم اللہ کی ایسی چیز اللہ سے کبھی نہ چاہوں گا۔ افسوس ہے تجھ پر, اسے کیسے منتخب کروں جبکہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی بھی اپنے میں قدرت نہیں رکھتا ہے۔ ہمارے خاندان کو تمہاری امت کے امور کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے خاندان کے لئے خلافت کو نہیں چاہوں گا۔ اگر خلافت اچھی چیز ہے تو ہم نے حاصل کر لی اور اگر بری ہے تو ہم سے دور رہے۔ آل عمر کے لئے کافی ہے کہ ان میں کے ایک ہی شخص کا مواخذا کیا جائے امت کی سرپرستی کو اپنے ذمہ لینے کے لئے۔ اس گفتگو کے بعد لوگ خلیفہ کی خدمت سے رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن مسلمان پھر خلیفہ کی

خدمت میں پہنچے اور سوال کیا کہ کیا آپ کی کوئی وصیت ہے؟ (تا کہ ہم اس پر عمل کریں) ۔

خلیفہ نے کہا: تم لوگوں کے جانے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو تم پر حاکم قرار دوں جو لوگوں کو حق و عدالت کے راستے پر لانے کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے (اشارہ علی علیہ السلام کی طرف تھا) اتنے میں مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور بے ہوشی کے عالم میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص باغ میں داخل ہوا اور ہر خشک وتر کو توڑ کر اپنے اطراف جمع کرنے لگا (اشارہ یہ کہ ایک ایسا حاکم آئے گا جو حکومت کے خزانہ کو اپنے لئے قرار دے گا اور ہر امتیاز کو اپنے لئے چاہے گا) اس خواب کی بنیاد پر میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالی اپنے کام میں کامیاب ہے, اور عمر کو موت آجائے گی لہذا میں ارادہ کرلیا ہوں کہ اپنی زندگی و موت میں اس انتخاب کا بوجھ اپنے ذمہ نہ لوں۔ تم لوگوں پر ذمہ داری رہے گی اس گروہ کے تعلق سے کے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعید بن زید, علی ابن ابی طالب ع, عثمان ابن عفان, عبد الرحمن ابن عوف, سعد ابن وقاص, طلحہ ابن عبیدہ اور زبیر ابن عوام اہل بہشت ہیں۔ میں سعید بن زید کے علاوہ باقی ۶ افراد کو خلافت کے لئے مناسب قرار دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک کا انتخاب ہو اور باقی اس منتخب کی مدد کرتے ہوئے اس کے حق میں نیکی اختیار کریں۔ (**تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۷۷۶ طبع یورپ**) ۔

مسعودی نے مروج الذھب میں نقل کیا ہے کہ: جب خلیفہ عمر موت کے بستر پر تھے ان کے فرزند عبد اللہ نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین اپنے جانشین کا انتخاب کیجئے, اس

لئے کہ اگر آپ کا چرواہا آپ کی بکریوں کو چھوڑ کر چلا جاے تو آپ اس پر اعتراض کرینگے کہ کیوں بکریوں کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دیا, اور کیوں اما نت میں خیانت کی؟ یہ کیسے مناسب ہے کہ امت محمد ﷺ کو بغیر رہبر چھوڑ دو۔

عمر نے کہا: اگر اپنے جانشین کا انتخاب کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں, کیونکہ ابوبکر نے اس سے قبل انجام دیا ہے۔ اگر اس کام کو چھوڑ نا چاہوں تو چھوڑ بھی سکتا ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور امت کے حوالے کیا تھا (یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے, واقعہ غدیر خم تاریخ کا مستند ثبوت ہے)۔

اسکے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا اور ان ٦ افراد سے جن کا تعلق قریش سے ہے راضی تھے۔ یہ افراد علی ع, عثمان, طلحہ, زبیر, سعد ابن ابی وقاص وعبدالرحمن بن عوف ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ خلافت کو ان چھ افراد میں قرار دوں کہ وہ شوراء کے ذریعہ ایک کا انتخاب کرلیں۔ میں کسی کا انتخاب خود سے کرنا نہیں چاہتا ہوں, اس لئے کہ جس نے خود سے خلیفہ کا انتخاب کیا (خلیفہ ابوبکر) وہ مجھ سے بہتر تھے اور میں سکوت بھی کرنا نہیں چاہتا کیونکہ جنھوں نے سکوت کیا اور خلافت کو لوگوں کے ذمہ کیا (رسول اللہ ﷺ) وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ مجھے چاہیے کہ میں ایک دوسرا راستہ اختیار کروں۔

اس کے بعد لوگوں سے پیغام بھجوا کر ان ٦ افراد کو بلوایا گیا۔جس وقت یہ افراد آے, خلیفہ بڑی تکلیف کے عالم میں تھے, جیسے ہی خلیفہ کی نظر ان پر پڑی, سخت لہجہ میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا: کیا تم سب خلافت کی تمنا رکھتے ہو؟

وہ سب خلیفہ کے اس طرح سے انھیں مخاطب کرنے سے رنجیدہ ہوئے مگر خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ خلیفہ نے اسی سخت لہجہ میں وہی غصہ دلانے والا سوال کیا۔

اس مرتبہ زبیر ابن عوام (رسول اللہ ﷺ کے پھوپی کے بیٹے) نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا: کیوں نہ رکھیں, تم خلافت کے منصب پر فایز ہو جاؤ اور ہم محروم رہیں, جبکہ قریش میں ہم نسب کے لحاظ سے تم سے کمتر نہیں ہیں, اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری میں بھی تم سے کمتر نہیں ہیں۔

زبیر کے اس طرح جواب دینے سے خلیفہ اور زیادہ غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم سب کی اخلاقی و نفسانی خصوصیات کو بیان کروں؟

زبیر نے کہا: بیان کرو, اگر ہم تم سے بعد میں معذرت و معافی چاہیں تو ہمیں معاف نہ کرنا۔

خلیفہ نے اپنی گفتگو کا آغاز زبیر سے شروع کرتے ہوئے کہا:

اے زبیر تم بداخلاق مرد ہو, گھڑی میں کچھ اور گھڑی میں کچھ, خوش ہو تو مومن اور غصہ میں کافر ہو جاتے ہو۔ ایک دن انسان اور دوسرے دن شیطان۔ دس سیر جو کے لئے تم سارا دن بیابانوں میں گذار دیتے ہو۔ اگر میں خلافت کو تمہارے حوالے کروں تو جس دن تم غصہ میں رہو اور کافر ہو جاؤ تو کون خلافت کے کام انجام دے گا۔ یہ جان لو کہ جب تک تم میں یہ صفات رہیں گے اللہ تعالی تم کو خلافت عطا نہیں کرے گا۔

اس کے بعد غصہ کے عالم میں طلحہ ابن عبیدہ سے بھی سخت لہجہ میں مخاطب ہو کر

کہا: کہوں یا خاموش رہوں؟
طلحہ نے کہا: کہو, تم کبھی بھی صحیح بات نہیں کہو گے۔
خلیفہ نے کہا: میں تمہیں اسی دن پہچان لیا تھا, جس دن تمہاری انگلی کو جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی حمایت وحفاظت میں تیر لگا تھا اور انگلی کو صدمہ پہنچا تھا اور تم خوش ہونے کے بجائے غضبناک ہو گئے تھے۔ درد ورنج کے اظہار کے جملے زبان پر جاری کئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر اس کے بجائے کلمہ بسم اللہ کہتے تو جنت میں داخل ہو جاتے تھے(کامل ابن اثیر جلد۲ صفحہ۱۵۸)۔
رسول اللہ ﷺ دنیا سے گذر گئے مگر تم سے اس جملہ کی وجہ سے جو تم نے حجاب کی آیت کے نزول کے وقت کہا تھا, غضبناک تھے۔ (ابو عثمان جاحظ کا بیان ہے کہ حجاب کی آیت اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے تعلق سے آیت کے نزول کے بعد طلحہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جلد ہی اس دنیا سے گذر جایں گے اور ہم ان کی ازواج سے نکاح کرلیں گے۔ اس لئے کہ وہ ایک کے بعد ایک ہماری عورتوں سے نکاح کر رہے ہیں جبکہ ان کی ازواج ہمارے لئے حرام ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱ صفحہ۱۸۶)۔

اس کے بعد خلیفہ نے سعد ابن ابی وقاص سے مخاطب ہو کر کہا: تم اہل تیر و کمان ہو (تم کو لوگوں کے مسائل اور حکومت کے امر کی اطلاع نہیں ہے), اس کے علاوہ تمہارا قبیلہ زھرہ کہاں اور مقام خلافت کہاں (قبیلہ زھرہ پست ہے خلافت کے لئے)۔
خلیفہ نے عبد الرحمن ابن عوف سے مخاطب ہو کر کہا: اگر تمہارے ایمان کو تمام مسلمانوں

کے آدھے ایمان سے مقابلہ کیا جائے تو تمہارا ایمان زیادہ نکلے گا مگر تم کمزور اور بے ارادہ ہو۔ اس لئے خلافت کے لایق نہیں ہو اس کے علاوہ قبیلہ زھرہ کو خلافت سے کیا واسطہ۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر خلیفہ نے کہا: واللہ تم خلافت کے لئے مناسب تھے اگر تم میں مذاق و دلگی کی روح نہ ہوتی۔ قسم پروردگار کی اگر تم حکومت حاصل کرلو تو سب کو حق و حقیقت اور نور کی طرف ہدایت کروگے۔

اس کے بعد عثمان ابن عفان سے مخاطب ہو کر کہا: خلافت کو لے لو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تم سے رشتہ داری کی بنیاد پر تمہارے گلے میں خلافت کا گلو بند لٹکا رہے ہیں اور تم بنی امیہ و بنی ابی معیط کے قبیلہ کے افراد کو لوگوں کے سروں پر بیٹھا رہے ہو اور مال غنیمت کو ان کے حوالے کر رہے ہو۔ آخر کار عرب کے بھیڑیے تمہارے گھر میں گھس کر بستر میں تمہارا سر بدن سے جدا کرینگے۔

واللہ اگر قریش تم کو خلافت عطا کریں تو تم یہ راستہ اختیار کروگے۔ اگر تم اس راستہ کو اختیار کروگے تو یقینا عرب بھی تمہارا انجام ویسا ہی کرینگے۔ اس گفتگو کے بعد عثمان کے سر کے سامنے کے بالوں کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور کہا کہ جب یہ واقعات پیش آیں تو مجھے یاد کر لینا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۸۷) و (مروج الذھب جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)۔

اس گفتگو کے بعد خلیفہ نے ابو طلحہ انصاری کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ: مجھے دفن کرنے کے بعد, ۵۰ مصلح افراد کو اپنی سرپرستی میں لیکر, ان ٦ خلافت کے امیدواروں کو ایک مکان

میں جمع کرو, انہیں آپس میں گفتگو وتبادل نظر کر کے ایک فرد کو انتخاب کا موقع فراہم کرو۔ تم اس مکان کا محاصرہ کئے رہو یہاں تک کہ خلیفہ کا انتخاب ہو جاے۔

مذاکرات کے نتیجہ میں اگر ۵ افراد متفق ہوں اور ایک شخص مخالفت کرے, تو اس ایک شخص کی گردن کاٹ دو۔ اگر ۴ افراد متفق ہوں اور ۲ افراد مخالفت کریں تب ان دو کو قتل کردو۔ اگر ۳ افراد ایک گروہ میں اور ۳ افراد دوسرے گروہ میں قرار پائیں توجس گروہ میں عبدالرحمن ابن عوف ہو اسے حاکم قرار دو اور دوسرے گروہ کے ۳ افراد کو مجبور کرو کہ ان کے فیصلہ کو قبول کرلیں۔ اگر وہ افراد اصرار کریں اور بیعت کے لئے تیار نہ ہوں تو ان ۳ افراد کو قتل کردو۔ اگر اس انتخاب میں ۳ دن گذر جائیں اور یہ ۶ افراد کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں تو تمام ۶ افراد کو قتل کردو اور مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ وہ جسے چاہیں خلافت کے لئے منتخب کرلیں (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اصفحہ ۱۸۷)۔

خلیفہ عمر ابن خطاب کی گفتگو کے بعد سب افراد رخصت ہوئے۔ عباس ابن عبدالمطلب, رسول اللہ ﷺ کے چچا نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ وہ اس شوراء میں شرکت نہ کریں۔

مولا علی ع نے فرمایا: میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا۔

جناب عباس نے کہا: جو تم نہیں چاہتے ہو, وہ تمہیں حاصل ہوگا۔ (طرحہای رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)۔

مولاعلی ع شوراء سے قبل شوراء کے نتیجہ کو جانتے تھے

شوراء کی تشکیل سے قبل جب مولاعلی ع خلیفہ کے گھر سے باہر نکلے اور بنی ہاشم کے گروہ نے انہیں گھیر لیا تو مولاعلی ع نے فرمایا: اگر میں ان افراد کی پیروی کروں تو تمہیں حکومت نہیں ملے گی۔

جناب عباس سے فرمایا : خلافت ہمارے خاندان سے باہر چلی گئی۔

جناب عباس نے سوال کیا: تم یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟

حضرت ع نے فرمایا: عثمان ابن عفان کو میرے مقابل قرار دیا ہے اور شرط رکھی ہے کہ جس گروہ میں عبدالرحمن ہو اس کو ترجیح رہے گی۔ اس نقشہ کی بنیاد پر سعد ابن ابی وقاص اپنے چچازاد بھائی عبدالرحمن کی مخالفت نہیں کرے گا اور چونکہ عبدالرحمن بھی عثمان ابن عفان کا بہنوئی ہے, انہیں نہیں چھوڑے گا۔ اگر دوسرے دو افراد (طلحہ وزبیر) بھی میرا ساتھ دیں تو بھی میرے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا جبکہ طلحہ کا تعلق بھی قبیلہ ابوبکر وتیم سے ہے (یہ لوگ بنی ہاشم سے رغبت نہیں رکھتے ہیں) (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۷۸۰)۔

جناب عباس نے مولاعلی ع سے کہا: میری طرف سے یہ چند باتیں یاد رکھو کہ ہر پیشکش کے جواب میں سوائے خلافت کے پیشکش کے انکار کردو اور اس گروہ سے ہوشیار رہو کیونکہ ان کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم بنی ہاشم کو مقام خلافت سے محروم رکھیں تا کہ کسی اور کو خلافت ملے۔ قسم ہے پروردگار کی اس کے نتیجہ میں نقصانات وخرابیاں حاصل ہوئیں ہیں جن کا ازالہ ناممکن ہے (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۷۸۱)۔

حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ عنقریب ہی

مسلمانوں کی حکومت کو عثمان ابن عفان کے حوالے کیا جائیگا۔ عثمان بھی دین میں نئی چیزوں اور بدعتوں کو شروع کریں گے۔ اگر عثمان زندہ رہیں تو میں تم لوگوں کو یہ بات یاد دلاوں گا اور اگر مر گئے تو بنی امیہ خلافت کو اپنے افراد میں جاری رکھیں گے۔ جب یہ حالات پیش آیئں تو مجھے اس مقام پر دیکھیں گے جسے وہ پسند نہیں کرتے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۹۲ مصر)۔

شوراء عمر ابن خطاب مولا علی ع کی نظر میں:

مولا علی ع نے فرمایا: جب دوسرا (خلیفہ عمر) اس دنیا سے اٹھا, اس نے خلافت کو ایک گروہ میں قرار دیا اور خیال کیا کہ میں بھی ان ہی کے برابر کا ہوں۔ افسوس اس شوراء پر, کب کوئی پہلے (ابوبکر) کو مجھ سے قابل مقایسہ قرار دیا تھا جو اب مجھے ان افراد کا ہم ردیف قرار دیا گیا ہے۔ ان کی مثال ان پرندوں کی ہے جو زمین پر چلتے ہیں اور کبھی کبھی اڑتے بھی ہیں۔ میں بھی ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ ان میں کا ایک (طلحہ) مجھ سے کینہ کی بنیاد پر, عثمان کی طرف رغبت کرتے ہوئے اسے منتخب کیا۔ دوسرا (عبدالرحمن) بہنوئی ہونے کی وجہہ سے, (عثمان) کی طرف جھکا اور اسے منتخب کیا۔
(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۸۴ مصر)۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ میں شوراء عمر پر پڑے نقاب کو الٹ کر اس کے حقیقی چہرے کو پیش کر کے اسے خلیفہ عمر کی ناانصافی قرار دیا (کہ انہیں ان افراد کے برابر قرار دیا جن سے ان کا کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے) اور مولا علی ع کے علم وحکمت, ایمان اور عالم اسلام میں ان کے درخشان سوابق کو نظر انداز کر کے

ان کے حق میں جان بوجھ کر ظلم کیا۔

اس کے علاوہ جو افراد خلیفہ کی طرف سے خلافت کے لئے چنے گئے تھے اور شوراء کے نمائندہ تھے, جنھوں نے عثمان ابن عفان کو منتخب کیا, وہ افراد صحیح فکر نہیں رکھتے تھے, بلکہ شخصی غرض کو لیکر, کینہ وحسد دل میں رکھ کر رشتہ داری کا تعصب برتے ہوئے اسلام کے امور رہبری وخلافت کے ساتھ کھیل کھیلا جس کے نتیجہ میں ظالم اور مسلمانوں کے حقوق کو پائمال کرنے والے کو منتخب کئے۔ (طرحہای رسالت جلد۲ صفحہ ۲۱۷)

ارکان شوراء رسول اللہ ﷺ کی نظر میں:

شوراء کے ارکان کے تعلق سے جو سوال ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ کہ کیا ان چھ افراد سے رسول اللہ ﷺ حقیقت میں راضی تھے جیسا کہ خلیفہ عمر نے اظہار کیا تھا یا اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ ان سے ناراضی اور ان پر غضبناک تھے؟

ایک متوسط عقل رکھنے والا شخص بھی خلیفہ عمر کی گفتگو سے جو انھوں نے ان افراد کی اخلاقی و نفسانی صفات کے تعلق سے بیان کی ہیں اس سے ہی خلیفہ کے دعوی کے غلط ہونے کی دلیل قائم کرسکتا ہے۔ خلیفہ عمر کی گفتگو ہی زندہ دلیل ہے ان کے دعوی کے غلط ہونے کی۔ زبیر ابن عوام کے تعلق سے خلیفہ نے کہا کہ تم ایک دن انسان اور دوسرے دن شیطان, خوشی کے حال میں مومن اور غضب کے حال میں کافر۔ ایسے شخص سے کس طرح رسول اللہ ﷺ راضی رہ سکتے ہیں؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ جب ایک شخص غضب کے حال میں ایمان کو کھودے اور شیطان ہوجائے, اللہ سے مخالفت پر کس طرح اللہ و رسول اللہ ﷺ اس سے راضی ہوں گے۔

نتیجہ: اگر زبیر سے رسول اللہ ﷺ راضی تھے تو خلیفہ کا بیان ان کے نفسانی صفات کے تعلق سے تہمت و غلط بیانی ہے۔ اگر خلیفہ کی گفتگو زبیر کے روحانی صفات کے تعلق سے صحیح ہے تو خلیفہ کا دعوی رسول اللہ ﷺ کے ان سے راضی رہنے کے تعلق سے غلط و بیہودہ ہے۔ خلیفہ عمر ابن خطاب جس کی گفتگو میں چند منٹوں میں اس قدر اختلاف ہو, غور کرو کس طرح انکی گفتگو پر امت محمدی ﷺ اطمینان کرسکتی ہے۔

اسی طرح خلیفہ عمر کی گفتگو میں طلحہ کے تعلق سے بھی اختلاف واضح و روشن ہے کیونکہ ابتداء میں کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وقت رحلت ان ٦ افراد سے راضی تھے مگر جب طلحہ سے خلیفہ گفتگو شروع کر رہے تھے تو غصہ کے عالم میں طلحہ کی طرف دیکھ کر سوال کیا: کہوں یا خاموش رہوں؟

طلحہ نے بھی خلیفہ کی گفتگو کو جھٹلاتے ہوئے جواب دیا: تم کبھی صحیح بات بیان نہیں کرتے۔

اس کے بعد خلیفہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئے اور تمہارے اس جملہ سے جو تم نے ان کی ازواج کے تعلق سے کہا تھا آخری سانس تک تم پر غضبناک رہے۔ (اے انصاف پسند مسلمان تم خود ہی فیصلہ کرلو اور اپنے عقیدہ کو بچالو۔ خود ساختہ خلافت اور خلفاء کو جان لو)۔

سعد ابن وقاص سے بھی گفتگو کرتے وقت کوئی ایسی صفت یا عمل بیان نہیں کیا جو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کا باعث ہو, بلکہ اپنے ہی انتخاب کی نفی کرلی کہ قبیلہ زھرہ کو حکومت کے امور سے کیا سروکار!۔

جب عبد الرحمن سے گفتگو ہوئی تو اس کے ایمان کی تعریف و تمجید کی اور اس کے ایمان کو

اندازہ سے زیادہ بڑھا کر بیان کیا اور فورا نفس وارادہ میں کمزوری کے نقص کو بھی بیان کیا جو قوی ایمان کی مخالف صفت ہے۔ مومن کامل پہاڑ کی طرح مستحکم اور اسکا ارادہ فولاد سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے نفس واردہ میں کمزوری و سستی نہیں ہوتی۔

خلیفہ نے یہ پیمانہ کہاں سے حاصل کیا کہ عبدالرحمن کا ایمان تمام لوگوں کے آدھے ایمان سے زیادہ ہے جبکہ ان لوگوں کے درمیان مولا علی ع جیسی شخصیت موجود تھی۔

عبدالرحمن کے ایمان (بے ایمانی) کے تعلق سے یہی کافی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے خلاف کہ فرمایا تھا علی ع محور حق وحقیقت ہیں, انھیں چھوڑ کر عثمان ابن عفان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولا علی ع کے مقابلے میں انہیں خلیفہ قرار دیا۔

خلیفہ کا دعوی کہ رسول اللہ ﷺ عثمان ابن عفان سے راضی تھے اور ان کے اخلاقی و نفسانی صفات کا تذکرہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ عثمان ایک ایسے شخص ہیں کہ اگر ان کو حکومت دی جائے تو تمام مقامات اور مال ودولت کو خود کے لئے اور خاندان والوں کے لئے استمال کریں گے اور مسلمانوں کے حق کو غصب کرلیں گے۔

ایسی فکر اور ایسے صفات کا حامل شخص کس طرح اللہ ورسول اللہ ﷺ کی رضامندی کا حامل ہو سکتا ہے؟

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوائے حضرت علی ع کے ارکان شوراء میں کسی سے بھی رسول اللہ ﷺ واللہ تعالی کے راضی ہونے کی کوئی مطمئن سند نہیں ملتی۔

معلوم نہیں کیا ہوا تھا موت کے قریب خلیفہ عمر کی عقل وفکر کو کہ اپنی گفتگو کو ہی ایک کے بعد ایک نقص کرتے جارہے تھے۔ افسوس ان کی عقل اور ایمان پر ہے جو اس

گفتگو کو قابل اجراء قرار دئے اور ذرہ برابر بھی ان کی وصیت میں شک نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں اہل جنت:

شوراء کے لئے خلیفہ عمر ابن خطاب کا ۶ افراد کا انتخاب کرنا یہ کہکر کہ رسول اللہ ﷺ آخر وقت تک ان سے راضی تھے ایک اور سوال حق پسند افراد کے ذہن میں ابھارتا ہے کہ کیا صرف یہ ۶ افراد ہی مورد رضامندی تھے یا ان کے علاوہ اور بھی افراد تھے؟ اگر اور افراد بھی تھے تو انھیں کیوں شوراء میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے شامل نہیں کیا گیا؟

احادیث رسول اللہ ﷺ کی رو سے مسلمانوں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں بافضیلت صاحب ایمان و اخلاق محترم بلکہ دانشور افراد زیادہ تھے مگر خلیفہ نے انھیں شوراء میں شامل نہ کیا۔ اگر وہ افراد شوراء میں شامل کئے جاتے تو حضرت علی ع اکثریت سے منتخب ہو جاتے, اور عثمان ابن عفان کو خلافت نہ ملتی, اسی لئے ان افراد کو خلیفہ نے شوراء میں شامل نہ کیا۔

ان افراد کے نام بیان کرنے سے قبل اس بات کو یاد دلاؤں کہ طبری نے خود خلیفہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ۷ افراد کے نام اہل بہشت کے عنوان سے بیان کئے جن میں سعید بن زید کا بھی نام تھا۔ مگر انھیں بھی شوراء میں شامل نہیں کیا گیا۔

وہ شخصیتں جو مورد توجہ و عنایت خاص رسول اللہ ﷺ تھیں ان میں چند یہاں بیان کی جا رہی ہیں:

۱۔ سلمان فارسی, علم و ایمان و انسانی و اسلامی صفات میں مکمل نمونہ تھے۔ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں ۴ افراد سے محبت کروں اور وہ علی علیہ السلام, سلمان وابوذر ومقداد ہیں۔ (سفینتہ البحار جلد۱ صفحہ ۶۴۶۔ تاریخ ابن عساکر جلد۶ صفحہ ۱۹۸)۔

۲۔ عباس ابن عبد المطلب, رسول اللہ ﷺ وحضرت علی ع کے چچا۔ رسول اللہ ﷺ ان کا ایسا احترام فرماتے تھے جیسے بیٹا باپ کا احترام کرتا ہے اور یہ احترام مخصوص جناب عباس کے لئے تھا۔

۳۔ معاذ بن جبل, جن کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اولین وآخرین میں سب سے عقلمند ہے انبیاء واوصیاء کے بعد۔ (مستدرک حاکم جلد۳ صفحہ ۲۷۱)۔

۴۔ ابی بن کعب, رسول اللہ ﷺ نے ان کے تعلق سے فرمایا: وہ مسلمانوں کا آقا ہے۔ (مستدرک حاکم جلد۳ صفحہ ۳۰۲)۔

۵۔ عمار یاسر کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان عمار کے سر سے پیر تلک اور ان کے گوشت وخون میں سرایت کر گیا ہے۔ (حلیتہ الاولیاء جلد۱ صفحہ ۱۳۹۔ تفسیر زمخشری جلد۲ صفحہ ۱۷۶۔ کنز العمال جلد۶ صفحہ ۱۸۶۔ تفسیر رازی جلد۵ صفحہ ۳۶۵)۔

۶۔ مقداد کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت چند افراد کی مشتاق ہے جن میں علی ابن ابی طالب, عمار ابن یاسر, سلمان فارسی اور مقداد ہیں۔ (حلیتہ ابونعیم جلد۱ صفحہ ۱۴۲۔ مستدرک حاکم جلد۲ صفحہ ۱۳۷۔ تاریخ ابن کثیر جلد۷ صفحہ ۳۱۱)۔

۷۔ عبد اللہ ابن مسعود کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا ایمان قیامت کے دن اللہ کی ترازو میں کوہ احد سے زیادہ وزنی رہے گا۔ (مستدک حاکم

جلد۳ صفحہ ۳۱۷۔ حلیتہ الاولیا جلد ا صفحہ ۱۲۷۔ تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۶۳)۔

ان افراد کے ہوتے ہوئے خلیفہ عمر نے امر خلافت کو ان افراد کے اختیار میں دیا جو کھلاڑیوں کی طرح خلافت کی گیند کو ایک دوسرے کو پاس دیتے رہیں, صرف اپنے شخصی فائدہ کو پیش نظر رکھیں۔ اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی تھی کہ خلافت کسی بھی وقت مولا علی علیہ السلام کو نہ مل سکے۔

خلافت کے عہدہ کے لئے کیا صرف رسول اللہ ﷺ کا راضی رہنا کافی ہے؟

شوراء عمر ابن خطاب کے تعلق سے ایک حق پسند انسان کے ذہن میں جو سوالات ابھرتے ہیں ان میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ خلافت ومسلمانوں کی رہبری کے لئے کس دلیل کی بنیاد پر رسول اللہ کی رضامندی کو کافی قرار دیا گیا؟

اگر کوئی شخص اپنی توانائی وقدرت کے مطابق دین کے واجبات کو انجام دے, اگر اس سے گناہ جہالت کی وجہ سے سرزد ہوجائے اور وہ توبہ کرلے تو اللہ ورسول اللہ ﷺ ایسے شخص سے راضی ہوجاتے ہیں۔ کیا صرف یہی شرط خلافت ورہبری کے لئے کافی ہے؟ قرآن کا علم, سنت و حکمت, شجاعت, اعلی انسانی صفات, انسانی کمالات, عدل و انصاف, تقوی وایمان کی ضرورت نہیں ہے؟

خلیفہ عمر نے شوراء کی تشکیل سے پہلے کہا تھا کہ اگر ابوعبیدہ جراح زندہ ہوتے تو بلاشبہ ان کو خلافت عطا کرتے اور شوراء کے حوالے نہ کرتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے

تعلق سے فرمایا تھا کہ ابو عبیدہ امین امت ہے۔

لہذا شوراء کی تشکیل کی ایک وجہ ابوعبیدہ کی موت تھی۔ اگر یہ بات سچ بھی ہو کہ ابوعبیدہ امین تھے تو کیا صرف امین ہونا رہبری وحکومت کے لئے ضروری تمام شرائط کے بجائے کافی ہے؟ کیا سوائے ابوعبیدہ کے کوئی اور امین امت میں نہیں تھا۔ کیا خلیفہ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا یا نہ سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کرتے وقت حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کی امانتیں سپرد کر کے نکلے تھے اور امانت میں اپنا جانشین قرار دیا تھا؟۔

مولا علی علیہ السلام جو آیت مباہلہ کی رو سے رسول اللہ ﷺ کے نفس قرار پائے, کیا خلیفہ عمر کی نظر میں مدینہ میں قبریں کھودنے والے ابوعبید جراح کے برابر بھی نہ تھے کہ خلیفہ نے شوراء کا سیاسی نقشہ کھینچا تا کہ مولا علی ع کا انتخاب نہ ہو سکے؟

شوراء کے تشکیل کی دوسری وجہہ خلیفہ عمر نے یہ بیان کی کے اگر سالم (حُذیفہ یمانی کے غلام) زندہ ہوتے تو اسے خلافت کے لئے وصیت کرتے تھے اور خلافت کسی اور تک نہ پہنچتی۔ وجہہ خلیفہ نے یہ بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خذیفہ اللہ کو بہت چاہتا ہے۔ہم پھر وہی سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی رہبری وخلافت وحکومت کے لئے صرف اللہ سے محبت رکھنا کافی ہے؟ اگر کوئی شخص جاہل و نادان ہو اور اللہ سے عشق رکھے تو کیا اسے مسلمانوں پر حکومت دی جاسکتی ہے؟

کیا خلیفہ نے جنگ خیبر کے موقع پر یہ نہ دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہکر پرچم حضرت علی ع کو عطا کیا تھا کہ یہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول

ﷺ اسے دوست رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی پیروی کیوں نہ کی؟

شورای عمر کے تعلق سے یہ سوال بھی جواب طلب ہے کہ کیوں رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہیں کی؟ بقول عمر ابن خطاب کے رسول اللہ ﷺ نے کسی کو جانشین قرار نہیں دیا اور مسلمانوں کے ذمہ یہ کام رکھدیا۔ خلیفہ اول ابو بکر کے عمل کی بھی مخالفت کی یہ کہکر کہ وہ مجھ سے بہتر تھے اس لئے انھوں نے خود اپنی مرضی سے خلیفہ کا انتخاب کیا تھالہذا مجھے ایک نیا راستہ اختیار کرنا ہے اور وہ شوراء کا راستہ ہے۔

عجیب حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو اللہ کا حکم جو قرآن میں ہے یاد نہیں یا اس کے خلاف عمل کرنے کی ضد ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ** (سورہ احزاب آیت ۲۱) ۔تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہترین عمل ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک لوگوں کی پیروی پسندیدہ عمل ہے۔خلیفہ عمر کی یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جو بہتر ہے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہے!

حق و انصاف کے مجسم نمونہ سے دشمنی برتی گئی:

جب خلیفہ عمر ارکان شوراء کے اخلاقی و نفسانی صفات بیان کر رہے تھے تو حضرت علی ع تنہا شخصیت تھے جن کے تعلق سے اعتراف کیا تھا کہ علی ع مرد حق وانصاف ہیں اور اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ امت کو سیدھے راستہ پر لے جائیں۔

خلیفہ مسلمین نے مولا علی ع سے ناروا نسبت دے کر انھیں مذاق و دلگی کرنے والا قرار دیا اور انھیں دوسروں کے ہم ردیف کر دیا۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ خلیفہ نے دو ایسی چیزیں بیان کیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ساتھ جمع نہیں ہوں سکتیں۔ مرد حق و انصاف جو یہ قدرت رکھتا ہے کہ امت کی ہدایت کرے اسے کیسے مذاق و دلگی جیسی بیہودہ چیزوں سے نسبت دی جا سکتی ہے۔

اگر حکومت و خلافت کا مقصد حق و انصاف اور لوگوں کی ہدایت ہے اور خلیفہ دوم کے اعتراف کے مطابق اسے حضرت علی ع انجام دے سکتے ہیں تو کیوں ایک ماہرانہ سیاسی نقشہ کے ذریعہ خلافت کو حضرت علی سے دور کر دیا گیا؟

ایک سوال اہل شوراء کے تعلق سے باقی ہے کہ ان افراد نے کیوں عثمان ابن عوف کو انتخاب کیا اور حق و انصاف والی شخصیت کو چھوڑ دیا جو مسلمانوں کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ مناسب تھے۔

اس کا جواب خود مولا علی ع کی زبانی سنئے, فرمایا: جن لوگوں نے ان سے (عثمان ابن عفان) رغبت ظاہر کی یا تو اس کینہ کی وجہ سے تھی جو وہ مجھ سے رکھتے تھے یا اپنی رشتہ داری کی وجہ سے جو وہ عثمان ابن عفان سے رکھتے تھے, اسلام و مسلمانوں کی صلاح و ہدایت ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی اور اس کی بنیاد یہ تھی کہ تمام قریش ان کی رائے سے متفق تھے کہ اگر خلافت بنی ہاشم کے خاندان میں چلی جائے تو سارے قبیلے خلافت سے محروم رہیں گے لہذا تمام قبائل بنی ہاشم سے خلافت دور رکھنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور اپنے درمیان اسے منتقل کرتے رہیں۔

عثمان ابن عفان جو ان سب سے زیادہ حریص تھے اور مال و دولت جمع کرنے میں خود غرض, ایسا شخص حضرت علی ع کو خلیفہ منتخب کرنے کے لئے کیسے آمادہ ہوگا؟ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ٦۵ و ٦٦)۔

افسوس اس بات پر بھی جتنا کیا جائے کم ہے کہ خلیفہ عمر نے بیان کیا اور وہ جانتے تھے کہ اگر عثمان ابن عفان خلافت وحکومت پر اختیار حاصل کرلیں تو تمام پوسٹ ومقامات و دولت و ثروت کو اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے اختیار میں قرار دیں گے, اس کے باوجود ان کو نہ صرف شوراء میں شامل کیا بلکہ اس طرح سیاسی منصوبہ بنایا کہ صرف عثمان ابن عفان ہی خلافت حاصل کریں۔

چنانچہ جب شوراء کے ارکان کے صفات خلیفہ بیان کررہے تھے اس وقت کہا تھا: خلافت کو لےلو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تم سے رشتہ داری کی بنیاد پر تمہارے گلے میں خلافت کا گلوبند لٹکا رہے ہیں اور تم بنی امیہ وبنی ابی معیط کے قبیلہ کے افراد کو لوگوں کے سروں پر بیٹھا رہے ہو اور مال غنیمت کو ان کے حوالے کررہے ہو۔ آخرکار عرب کے بھیڑیے تمہارے گھر میں گھس کر بستر میں تمہارا سر بدن سے جدا کرینگے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر خلیفہ عمر چاہتے تھے کہ ظلم وستم ختم ہوجاے اور مسلمانوں میں خون وقتل نہ ہو تو وہ عثمان ابن عفان کو شوراء میں شامل ہی نہ کرتے۔ اس کے برخلاف انھوں نے شامل کیا اور ان کو خلیفہ بنانے کے لئے پوری طرح سیاسی نقشہ بھی کھینچا کہ عثمان ابن عفان کے بعد یہ منصب بذریعہ وصیت عبدالرحمن ابن عوف کو ملے۔ یہ کام خلیفہ عمر ابن خطاب نے اس وقت انجام دیا جب امت میں نفس رسول اللہ ﷺ, باب شہر علم ,

مجاھد اسلام, حضرت علی علیہ السلام جیسی قدرتمند عدل و انصاف پسند شخصیت موجود تھی جسے نہایت ماہرانہ طریقہ سے خلافت سے دور کر دیا گیا اور امت پر ظلم وستم اوران کا حق تلف کرنے والے کو حکومت و خلافت دی گئی ۔

عبدالرحمن ابن عوف کو فیصلہ کا حق دیا گیا:

ابوذر کے غلام ابی ثابت سے نقل ہے کہ میں ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مولا علی ع کو یاد کر کے رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی ع حق کے ساتھ ہیں اور حق علی ع کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز محشر حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں (خطیب بغدادی, تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۱۔ مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

ام المومنین عایئشہ سے امیر المومنین حضرت علی ع کے تعلق سے نقل ہے کہ جنگ جمل کے بعد محمد ابن ابوبکر, اپنی بہن عایئشہ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کر کے سوال کیا: آپ کو اللہ تعالی کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ حق علی ع کے ساتھ ہے اور علی ع حق کے ساتھ ہیں, کبھی بھی ان میں اختلاف نہ ہوگا اور یہ جدا نہ ہوں گے۔ عایئشہ نے جواب دیا: ہاں۔ (ابن مردویہ نے مناقب میں۔ دیلمی نے فردوس میں اور ابن قتیبہ نے الامامہ والسیاسہ جلد ا صفحہ ٦٨ پر نقل کیا ہے)۔

علامہ امینی الغدیر جلد ا صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۸ پر مختلف حوالوں سے اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ : رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے چاہا کہ ہمیشہ حق علی ع کے ساتھ رہے۔